حضرۃ العلام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی

دوام حدیث

تفسیر بالروایت پر منکرین احادیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات!

تفسیر بالروایت پر بارھواں اعتراض!

یہ ایسی مثال ہے کہ اس میں تفسیر بالروایت میں تعارض ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(اسرا) کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس میں آئے تو جبرائیل نے اپنی انگلی سے پتھر کی طرف اشارہ کیا اس میں سوراخ ہوگیا براق کو اس میں (غالباً رسی ڈال کر) باندھ دیا۔

اس کے دوسرے ہی صفحہ کے بعد پھر امام ترمذی حضرت حذیفہ بن الیمان سے یہ روایت لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے براق باندھ دیا تھا کیوں؟ کیا اس لئے کہ بھاگ نہ جائے حالانکہ اس کو تو اللہ نے ان کے لئے مسخر کر دیا تھا یعنے نہ وہ بھاگ سکتا تھا نہ اس کو بھاگنے کی ضرورت تھی۔ یہ دونوں حدیثیں امام ترمذی کے بیان کے مطابق صحیح ہیں ص ۱۲۲ مقام حدیث

ایک حدیث مرفوع ہے کہ یعنے آنحضرت کا قول ہے۔ دوسری حدیث موقوف ہے یعنے حذیفہ کا اپنا قول ہے اس نے صرف اپنے خیال کے مطابق کہا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخر ہو اس کو باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس واسطے باندھنے کا ذکر محض لوگوں کی کلام ہے۔ غالباً ان کو مرفوع حدیث نہیں پہنچی ورنہ یہ نہ فرماتے۔ کیونکہ عالم غیب کی باتوں میں قیاس آرائی نہیں کی جاتی

قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہم نے شیاطین مسخر کر دیے باوجود تسخیر کے ان کی تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا:

ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر ط

یعنے جو ہمارے حکم سے عدول کرے گا اس کو آگ کا عذاب دیں گے پس معلوم ہوا کہ تسخیر ظاہری اسباب کے اختیار کرنے کے منافی نہیں۔ پھر اس کا باندھنا بھی ایک غیبی امر تھا۔ جیسے پتھر میں سوراخ ہونا بھی ایک غیبی بات تھی بعض کہتے ہیں کہ وہ سوراخ پہلے سے موجود تھا مگر مٹی پڑ جانے سے بند ہو گیا تھا اس لئے جبرائیلؑ نے انگلی کے اشارے سے مٹی نکال دی نیا سوراخ نہیں بنا۔ پھر اس میں براق کو باندھ دیا۔ پھر معنوی بندش کے لئے ظاہری رسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے (شددنا اسرھم) ہم نے ان کی جگہ بندی مضبوط کی ہے۔ یعنے اچھی طرح سے ان کو باندھا ہے۔ حدیث کو ماننے والے پیغمبر کے بعد کسی صحابی وغیرہ کو معصوم نہیں سمجھتے پس حدیث مرفوع کے مقابلہ میں کسی اور کا قول پیش نہیں ہو سکتا۔ پس تعارض کہاں رہا؟

حقیقتِ حدیث

انکارِ حدیث کے سبب منکرینِ حدیث کی بے بسی

جس متعہ کا ذکر کتب احادیث میں ہے وہ نکاح موقت ہے۔ موجودہ نکاح اور متعہ میں صرف دوام اور توقیت کا فرق ہے۔ باقی شرائط سب نکاح کے ہیں۔ اس کے سوا اگر متعہ کا فرد ملکی اور ہے تو اسلام میں اس کا جواز ثابت نہیں۔

(ثم رخص لنا ان ننکح المرأۃ بالثوب الی اجل) مسلم صفحہ ۴۵۰ ج ۱

پھر آنحضرت صلعم نے ہم کو رخصت دی کہ کسی عورت کے ساتھ کپڑا دے کر ایک اجل تک نکاح کر لیں۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس متعہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ہے وہ موقت نکاح ہے۔ بعد میں یہ نکاح موقت بھی حرام کر دیا گیا۔

(وقال الا انھا حرام من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ) مسلم صفحہ ۴۵۲ ج ۱

اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ متعہ اس دن سے لے کر قیامت کے دن تک حرام ہے۔

متعہ کی حرمت کے متعلق صحیح بات یہی ہے کہ وہ فتح مکہ میں حرام کر دیا گیا تھا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعۃ زمان الفتح متعۃ النساء (مسلم ص ۴۵۲ ج ۱)

آنحضرت (صلعم) نے فتح مکہ کے وقت عورتوں سے متعہ کرنا بند کر دیا تھا۔ عبداللہ بن عباس مضطر کے لئے قائل رہے مگر بعد میں اس سے بھی رجوع کیا۔

ما مات ابن عباس حتی رجع عن فتواہ بحل المتعۃ وکذا ذکر ابو عوانۃ فی صحیحہ

(ص ۲۶ سورہ نساء مظہری)

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس سے رجوع کیا تھا۔

قال نسخت آیۃ المیراث المتعۃ (ص ۲۷ مظہری نساء)

عبداللہ بن مسعود، سعیدؓ بن مسیب فرماتے ہیں کہ آیت میراث نے متعہ منسوخ کر دیا۔

بعد میں صرف عبداللہ بن عباس کے یمنی اور مکی شاگرد ہی اس کو مباح کہتے تھے۔

ثم اتفق فقہاء الامصار علی تحریمہ (فتح الباری)

پھر تمام شہروں کے فقہاء اس کی تحریم پر متفق ہو گئے۔

متعہ کی تحریم کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ خیبر کے وقت حرام ہوا۔ مگر ابن عیینہ نے اس میں کلام کی ہے کہ متعہ خیبر کے زمانہ میں حرام نہیں ہوا بلکہ فتح مکہ میں حرام ہوا جیسا کہ فتح الباری اور زاد المعاد میں ہے۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: اصل عبارت اس طرح تھی کہ آنحضرتؐ نے متعہ اور گدھوں کے گوشت سے خیبر کے دن منع کیا (بخاری) مگر بعض راویوں سے حدیث میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔

اور حجۃ الوداع کا واقعہ کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ربیع بن سبرہ سے مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ایک حجۃ الوداع کا ذکر اور باقی میں فتح مکہ اور فتح مکہ والی روایت زیادہ صحیح اور مستند ہے۔

اور غزوہ تبوک میں متعہ کا اذن سے ہونا ثابت نہیں بلکہ نہی ثابت ہے۔ اوطاس حنین اور فتح مکہ تینوں ایک ہی سفر کے واقعات ہیں پس متعہ کی حرمت صرف ایک ہی دفعہ ہوئی۔

فلا یصح من الروایات شیئ بغیر علۃ الا غزوۃ الفتح واما غزوۃ خیبر وان کانت طرق الحدیث فیہا صحیحۃ ففیہا من کلام اھل العلم ما تقدم واما عمرۃ القضاء فلا یصح الاثر

لکونه من مرسل الحسن ومراسیله ضعیفة لانه کان یاخذ عن کل احد (ص ۶۰ جزء ۲۱ فتح الباری)

غزوۂ فتح کی روایت کے سوا کوئی روایت صحیح نہیں سب میں کوئی نہ کوئی علت ضرور ہے غزوہ خیبر کی روایت اگرچہ صحیح ہے مگر اہل علم نے کلام کی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عمرۃ القضاء والا اثر صحیح نہیں کیونکہ وہ حسن کی مرسل روایت ہے اور حسن کی مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں کیونکہ وہ ہر شخص سے روایت لے لیا کرتے تھے۔

پہلے کلام کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) وہ متعہ جس کا ذکر کتب حدیث میں ہے وہ فتح مکہ میں حرام کر دیا گیا۔ اور یہ حرمت ابدی ہے۔

(۲) اور متعہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ نکاح موقت ہے۔

(۳) عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے متعہ کی حلت سے اخیر میں رجوع کیا۔

(۴) اہل یمن اور اہل مکہ جو عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد تھے صرف وہی اس کو جائز سمجھتے تھے۔

(۵) بعد میں تمام شہروں کے فقہاء اس کی تحریم پر متفق ہو گئے۔

(۶) حضرت عمرؓ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام نہیں کیا بلکہ آنحضرتؐ کی تحریم کی بنا پر اس سے منع کیا۔

فنهی عمر موافق لنهیه (ص ۶۲ جزء ۲۱ فتح الباری)

یعنی حضرت عمرؓ کا منع کرنا آنحضرتؐ کے منع کرنے کے موافق تھا۔

(۷) عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے شاگرد متعہ کو خون خنزیر مردار کی طرح سمجھتے تھے صرف مضطر کے لئے رخصت دیتے تھے مگر بعد میں جب عبداللہ بن زبیرؓ سے ان کا مناظرہ ہوا تو دلیل کے واضح ہونے سے متعہ کے جواز سے رجوع کر گئے۔

(۸) فتح مکہ کی روایت کے بغیر کوئی دوسری روایت صحیح یا صریح نہیں جس میں کسی دوسرے وقت میں حرمت کا ذکر وارد ہوا ہے۔

قرآن اور متعہ

قرآن مجید نے یہ تو ذکر کیا ہے کہ نکاح کر لیا کرو زنا نہ کرو۔ زوجہ (بیوی) اور ملک یمین والی (لونڈی) کے علاوہ اپنے فرج کی حفاظت کرو۔ اور نکاح کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں کی۔ لغت میں لکھا ہے (النکاح الوطئ والعقد لقاموس) نکاح وطی اور عقد کا نام ہے۔ حدیث شریف

میں اس کی تفصیل وارد ہوئی ہے (۱) کہ نکاح میں ولی ہونا چاہیئے لا نکاح الا بولی - بدون ولی کے نکاح نہیں ہوتا - بیوہ میں کچھ رخصت معلوم ہوتی ہے - (۲) اور دو گواہ بھی ضروری ہیں - (۳) رضار طرفین چاہیئے - (۴) دوام کا ارادہ ہو - اگر دوام کا ارادہ نہ ہو تو متعہ ہے - اور یہ پہلی شرطیں نہ پائی جائیں یا ان میں سے ایک شرط نہ ہو تو ایسی صورت میں جماع زنا ہے - اور اب جب کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے - متعہ سے جماع کرنا بھی زنا کے حکم میں ہے پس متعہ سے جماع کرنا اب زنا کا ایک فرد ہے - پہلے متعہ نکاح کا فرد تھا - یہی حال محرمات کا ہے جو نکاح پہلے حلال تھے مگر بعد میں حرام ہو گئے اب ان کے ساتھ اگر نکاح پھر کیا جاوے تو پھر بھی وہاں جماع کرنا زنا ہی شمار ہوگا - اور جب حرام نہیں ہوئے تھے اس وقت وہ عقد نکاح کا فرد تھا - زنا اور نکاح کے بعد کے جماع میں فرق صرف یہ ہے کہ جو جماع شرعی نکاح کے بعد ہو وہ زنا نہیں اور جو جماع شرعی نکاح کے بعد نہ ہو وہ زنا ہے - خواہ متعہ کی شکل ہو یا نہ - مگر جب متعہ حرام نہیں ہوا تھا اس وقت یہ شرعی نکاح کا ایک فرد تھا - اب یہ نکاح کا فرد نہیں رہا - اور عرف میں نکاح اس ایجاب و قبول کو کہتے ہیں جس میں طرفین کی رضا ہو گواہ ہوں - اور ولی ہو، دوام ہو - اس کی دو صورتیں ہیں ایک حلال جو حلال عورت سے حلال وجہ سے ہو - اور ایک حرام جو حرام عورت سے یا حرام وجہ سے ہو - پس ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے - اور چچا کی لڑکی سے جب وہ عدت میں ہو نکاح کرنے کی حلال وجہ نہیں - ان تمام شرائط (جن کا ذکر کتاب وسنت میں ہے) کی حکمتیں علماء نے واضح کر دی ہیں پس کتاب وسنت کی بیان کردہ ہر شرط پر عمل کرنے سے جنسی تعلقات میں ہم آہنگی پیدا ہو جاتی اعتدال آ جاتا ہے - عدم توازن چلا جاتا ہے - کتاب اللہ میں اگرچہ جامع لفظ (نکاح) ذکر کر دیا ہے - مگر اس جامعیت کا پتہ اسی وقت چلتا ہے - جب حدیث کو دیکھا جائے کیونکہ حدیث قرآن پر عمل کرنے کی ایک صورت ہے اور قرآنی مصطلح الفاظ کا بیان اور تشریح ہے جو لوگ قرآن پر اکتفار کرنا جائز سمجھتے ہیں حدیث کے شرائط کو ملحوظ رکھ کر ان کو قرآن سے بلاوجہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اگر قرآن کو حدیث سے الگ کر کے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو زنا اور نکاح کا فرق واضح نہیں ہوتا - کیونکہ قرآن میں صرف محرمات کا ذکر ہے - ان کے علاوہ ہر عورت سے جو عدت میں نہ ہو نکاح کی اجازت ہے - اور لغت میں نکاح وطی اور عقد کو کہتے ہیں - یعنے مرد وعورت کا آپس میں ایک معاہدہ ہو جائے خواہ اس میں ولی ہو یا نہ ہو گواہ ہوں یا نہ ہو - دائمی ہو یا موقت ہو - یا ایک دوسرے سے جنسی تعلقات قائم کر لیں - جنسی

تعلقات کے صحیح خطوط حدیث سے ہی واضح ہوتے ہیں۔ حدیث کے بیان کے مطابق ہی معاشرہ میں توازن و نظم پیدا ہو سکتا ہے یہ ایک ہی مثال منکرین حدیث کو متنبہ کرنے اور حدیث کے قائل کرانے کے لئے کافی تھی۔ لو کانوا یعلمون مگر جب بعض ناعاقبت اندیشوں نے یہ سوچا کہ ہماری دعوت الی القرآن اور انکار حجیت حدیث پر یہ سخت کاری ضرب ہے۔ اس لئے اپنی طرف سے حدیث کی بیان کردہ شرائط کو قرآن میں داخل کرنے کی کوشش کی اور نہایت بھونڈے طریقہ سے استدلال کرنا چاہا اور قبل اس کے کہ ان کے مسلک پر یہ پاش پاش کرنے والا حربہ استعمال کیا جائے چیخ و پکار شروع کر دی اور اس ہتھیار کو حدیث کے خلاف ہی استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ متعہ کا مسئلہ لکھ کر اتنا شور مچایا کہ ان کے خیال میں اب حدیث کے بیان کردہ شرائط کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوگی۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ شور و غوغا کیوں ہے محض اس لئے کہ ہم اس اعتراض سے بچ جائیں کہ قرآن نے زنا اور نکاح کے درمیان کوئی بین امتیازی خطوط نہیں کھینچے۔ قرآن کو اگر حدیث سے الگ کر دیا جاوے تو ہم زنا اور نکاح کے مابین فرق کرنے سے قاصر ہیں پس کیوں نہ متعہ کے مسئلہ کی آڑ لے کر واویلا شروع کر دیں تاکہ سننے والے اس اعتراض جانکاہ کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ہم اپنے راستے پر بلا خطر چلے جائیں۔

اب ذرا نکاح اور عدم نکاح کا فرق منکرین حدیث کی زبانی سنئے۔

"قانونی طور پر نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا انفساخ CANCELATION صرف طلاق سے ہو سکتا ہے جس کی تمام تفاصیل قرآن میں موجود ہیں۔ معاشرتی طور پر یہ ایک اقرار نامہ ہے جس کے رو سے دو افراد انسانیہ ایک جوڑا (زوج) بن کر باہمی رفاقت اور توافق سے زندگی کی گاڑی کھینچنے کا تہیہ کرتے ہیں اور ایک چھوٹے سے پیمانے پر ایک محدود "مملکت" کے اندر قرآن کے نظام ربوبیت کو جاری و ساری کرنے کا ذمہ اپنے اوپر لیتے ہیں یہ اہم فریضہ ادا ہو نہیں سکتا جب تک میاں بیوی کے تعلقات ایسے گہرے نہ ہوں کہ ان میں کوئی تیسری شخصیت حائل نہ ہو اور ایک دوسرے کا پورا پورا رازداں اور ہم رنگ نہ ہو قرآن نے اس کیفیت کو ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (وہ تمہارے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں اور تم ان کے لئے) کے جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسری جگہ نفسیاتی طور پر اسے مودت اور رحمت کا نام لے کر پکارا ہے۔

ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (۳۰/۲۱)

اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے رفیق حیات بنائے تاکہ تمہاری زندگی امن وسکون سے گزرے اور اس کے لئے تم میں باہمی مودت ورحمت پیدا کر دی ان سب باتوں میں ایک صاحب فکر وتدبر قوم کے لئے زندگی کے پرسکون وکامران راستوں کی علامات ہیں۔

یہی ہے نقشہ اس گھر کا جس کے متعلق کہا ہے کہ وہ تمہارے لئے گوشۂ امن اور کاشانۂ سکون ہونا چاہیئے۔

وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا (۷/۱۸۹)

(اسی نفس واحدہ سے) تمہارے رفیق زندگی بنائے تاکہ تمہیں سکون وطمانیت حاصل ہو حیاتیاتی نقطہ نگاہ سے (BIOLOGIFICALLY) نکاح سے مقصود افزائش نسل ہے جس کے لیئے بیویوں کو حرث (کھیتی ۲/۲۲۳) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور معاشی نظام کے سلسلہ میں میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور ایسا حصہ دار کہ سب سے پہلے انہی کا حصہ تقسیم ہوتا ہے ورنہ حصص وراثت کی چولیں ٹھیک نہیں بیٹھتیں۔[1] یہ ہیں وہ حدود وقیود جن کے اندر جنسی تعلقات کو جائز قرار دیا گیا ہے ان کے باہر محض جذبات شہوانیہ کی تسکین کا ذریعہ فلھذا ناجائز ان حدود وقیود کو مختصراً پھر سامنے لایئے۔

(۱) تراضی مابین۔

(۲) ایک ایسا معاہدہ جو صرف طلاق / خلع سے فسخ ہو سکتا ہے یا موت سے۔

(۳) جس کا مقصد افزائش نسل عائلی زندگی من تو شدم تو من شدی کی کیفیت باہمی محبت اور مودت ایک دوسرے کی رفاقت باعث سکون وطمانیت اور اسی طرح ایک چھوٹی سی وحدت (UNIT) میں قرآنی نظام کو مرتسم کرنا۔

(۴) جس میں اولاد کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لی جاتی ہیں۔

[1] ایک فنی مسئلہ ہے جس کے حل کا یہ مقام نہیں۔ اس وقت صرف یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ اس اہم نکتہ کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ ہمارے مروجہ قانون وراثت میں مختلف حصوں کی حاصل جمع ایک نہیں آتی اور اس کے لئے انہیں عول کا مسئلہ وضع کرنا پڑا ہے۔

(۵) جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ پاتے ہیں۔

اس کے برعکس جنسی تعلق کی ایک دوسری شکل ہے جس میں ایک آدمی اور ایک عورت باہمی رضامندی سے کسی قسم کے معاوضہ کے ساتھ ایک وقت یا ایک سے زیادہ اوقات کے لیے مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں اسے زنا کہا جاتا ہے۔ قرآن نے ان دونوں قسم کے تعلقات کو دو لفظوں میں بیان کیا ہے اور اس حسن و خوبی اور جامعیت کے ساتھ کہ انسانی ذوق اور بصیرت اس ایجاز و اعجاز پر وجد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس نے کہا مرد اور عورت کے جنسی تعلقات محصنین غیر مسافحین (۲۴) ہونے چاہئیں یعنے محصنین نہ کہ مسافحین۔ حصن کے معنے ہیں مستحکم چار دیواری سے گھری ہوئی محفوظ جگہ قلعہ، لہذا محصنین کے معنے ہوئے قانون خداوندی کی مقرر کی ہوئی حدود و قیود سے گھرے ہوئے تعلقات، زنا شوئی سفح کے معنے ہیں بہانا، پانی بہانا (دم مسفوح بہتا ہوا لہو) لہذا مسافحین کے معنے ہیں وہ جنسی تعلق جس سے مقصود محض مادہ شہوت کا بہانا ہو۔

احصان اور مسافحت کے اس بیّن فرق کو پیش نظر رکھئے اور پھر دیکھئے کہ قرآن نے کس خوب صورتی سے نکاح (مع اس کی تمام ذمہ داریوں کے) اور زنا میں واضح خط کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

"محصنین غیر مسافحین"

حدود و قیود میں گھرے ہوئے نہ کہ محض شہوانی مادہ کے بہانے کے لئے، حقیقت یہ ہے کہ نکاح اور زنا میں فرق ہی اتنا ہے ورنہ جہاں تک عمل طبعی کا تعلق ہے، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ ص ۴۰-۴۴ ج ۲۔

ہم نے اس طویل مضمون کو محض اس لئے نقل کیا ہے تاکہ منکرین حدیث کی بے بسی آپ کو معلوم ہو جائے کہ حدیث کو چھوڑ کر ایک معمولی لفظ نکاح اور زنا میں فرق بیان نہیں کر سکتے۔ اس طویل مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) قانونی طور پر نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا انفساخ صرف طلاق سے ہو سکتا ہے۔

(۲) حدود و قیود قرآنی جو نکاح میں ضروری ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تراضی مابین (۲) ایسا معاہدہ جو طلاق/خلع سے فسخ ہو سکتا ہے یا موت سے، جس کا مقصد افزائش نسل عائلی زندگی میں من تو شدم تو من شدی کی کیفیت باہمی محبت اور مودت

ایک دوسرے کی رفاقت باعث سکون و طمانیت اور اسی طرح ایک چھوٹی سی وحدت بن قرآنی نظام کو مرتسم کرنا اور جس میں اولاد کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لی جائیں۔ نیز جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ پاتے ہیں۔

(۳) زنا یہ ہے کہ ایک آدمی اور ایک عورت باہمی رضامندی سے کسی قسم کے معاوضہ کے ساتھ ایک وقت یا ایک سے زیادہ اوقات کے لئے مباشرت معاملہ طے کرتے ہیں۔

(۴) نکاح اس تعریف پر استدلال محصنین سے ہے قانون خداوندی کی مقرر کی ہوئی حدود و قیود سے گھرے ہوئے تعلقات۔

(۵) مسافحین کے معنے ہیں وہ جنسی تعلق جس سے مقصود محض مادہ شہوت بہانا ہو۔

اب ان کو نمبروار ذکر کر کے ان کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔

پہلے نکاح کی یہ تعریف کی ہے کہ نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا انفساخ صرف طلاق سے ہو سکتا ہے۔ اس تعریف میں قرآن کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ کیونکہ یہ تعریف نکاح کی کہیں مذکور نہیں بلکہ قرآن سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ نکاح جیسے طلاق سے فسخ ہوتا ہے اسی طرح اس کے انفساخ کے اور اسباب بھی ہیں۔ چنانچہ خود ہی بعد میں دو اسباب اور ذکر کئے ہیں۔ ایک خلع ایک موت اپنے خیال میں متعہ کو خارج کرنا چاہتے ہیں مگر اس حصہ پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

قرآن مجید میں نکاح کے انفساخ کی ایک صورت ایلاء بھی مذکور ہے (بقرۃ)۔

اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ مرد مرتد ہو جائے اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت مرتد ہو جائے۔ (دیکھو سورۃ ممتحنہ)

لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (ممتحنہ)

نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

اگر مرد و عورت میں معاہدہ نکاح میں یہ شرط ہو کہ اگر میں عورت کو ماہوار اتنا خرچ نہ دوں تو میری بیوی مجھ سے الگ ہو گی۔ یا یہ کہے اگر میں اس عورت کے بعد دوسرا نکاح کر دوں تو عورت مجھ پر حرام تو اس صورت میں بھی بدون طلاق دینے کے ایسا کام کرنے سے خود بخود نکاح فسخ نہیں ہو جاتا۔ اگر خاوند جنسی تعلقات سے عاجز ہو تو کیا اس صورت میں عورت کو سوائے خلع کے فسخ نکاح کا حق نہیں پہنچتا۔ اسی طرح قرآن نے مرد اور عورت کے اختلاف حکمین کا مسئلہ بیان کیا ہے کہ اس میں حکمین کو فسخ نکاح کا حق نہیں پہنچتا۔ پھر قرآن مجید نے عہد کی پابندی کا حکم

لگایا ہے پس یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نکاح میں وقت کی پابندی منع ہے۔ پس اس تعریف کے ناجائز ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

(۲) جو حدود وقیود نکاح کے لئے ذکر کی ہیں۔ ان میں سے پہلی شرط متعہ اور زنا میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ دونوں میں تراضی بھی ہوتی ہے۔ دوسری شرط پر جو اعتراض ہے پہلی تعریف کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے کہ ان تین باتوں سے ہی نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کے اور اسباب بھی ہیں۔ پھر معاہدہ بھی ایک سبب ہو سکتا ہے کہ معاہدہ کے ختم ہونے سے نکاح ختم ہو جائے اس کی نفی قرآن سے ذکر نہیں کی۔ تیسری شرط میں جو باتیں ذکر ہیں وہ سب کی سب متعہ یا نکاح میں پائی جاتی ہیں اگرچہ تھوڑے عرصہ تک ہی پائی جائیں کیونکہ ان کا دائماً پایا جانا تو نکاح میں بھی شرط نہیں ورنہ جس نکاح کے بعد طلاق یا خلع ہو اس کو نکاح نہ کہا جائے۔ چوتھی شرط پر یہ اعتراض ہے کہ نکاح کے لئے یہ شرط نہیں کہ میاں بیوی دائماً وارث ہوں ورنہ جس صورت میں طلاق ہو جائے وہ نکاح نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس شرط کا ذکر ٹھیک نہیں بلکہ قرآن کے منافی ہے۔ کیونکہ قرآن نکاح کے بعد طلاق وخلع وفسخ کا قائل ہے۔ عورت کتابیہ ہو تو اس کا خاوند وارث نہیں ہوتا نہ اس کی عورت وارث ہوتی ہے۔ کیونکہ توریث کے لئے اتحادِ دین شرط ہے۔

(۳) زنا کی یہ تعریف اپنی طرف سے کی گئی ہے اس کا قرآن سے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا لہٰذا یہ تعریف باطل ہے بلکہ زنا کی صحیح تعریف یہ ہے جو شریعت کی اجازت کے بغیر (جو نکاح یا ملک یمین سے ثابت ہوتی ہے) زناشوئی کے تعلقات قائم کئے جائیں۔ پس متعہ میں جماع اس وقت زنا کی تعریف میں داخل ہوگا جب اس کی حرمت قرآن سے ثابت کی جاوے یا حدیث کو حجت تسلیم کیا جاوے۔

(۴) محصنین کے لفظ سے جو اس مفہوم (حدود وقیود سے گھرے ہوئے تعلقات زناشوئی) کے نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے منکرین حدیث کی بے بسی ظاہر ہے کہ وہ حدود وقیود کو قرآن سے بیان نہیں کر سکے۔ اور نہ طلاق کی حقیقت قرآن سے بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ خلع اور طلاق کا فرق قرآن سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید سے کوئی ایسی قید بیان نہیں کر سکے جس سے زنا کی تمام صورتیں خارج ہو جاتیں۔ کیونکہ زنا اسی جماع کو کہتے ہیں جو غیر شرعی نکاح کے یا بدوں ملک یمین کیا جاوے اور شرعی نکاح کی تفصیل حدیث میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور قرآنی الفاظ کی مراد اسی حدیثی تفصیل سے متعین ہوتی ہے۔

یہ کہنا کہ نکاح سے مقصود افزائش نسل ہے اور متعہ اور زنا میں قضاء شہوت لہذا اس قید سے متعہ اور زنا خارج ہوگیا۔ مگر اس قید پر چند اعتراضات ہیں اول یہ کہ اس قید (افزائش نسل مقصود ہو) پر قرآن میں دلیل نہیں ۔ حرث (کھیتی) کے لفظ سے اس پر استدلال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ لفظ اس مقام میں ذکر کیا ہے جہاں حیض کے ایام میں جنسی تعلقات سے روکا گیا ہے اور طہر کی حالت میں اس کی اجازت دی گئی ہے یعنے عورت افزائش نسل کا ذریعہ ہے ۔ پس اس استعارہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح سے غرض افزائش نسل ہو پس کسی عورت کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس میں افزائش نسل کی استعداد نہیں تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جاوے کیونکہ بعض عورتوں میں خصیتہ الرحم نہیں ہوتے اور اولاد کے لئے ان کا ہونا ضروری ہوتا ہے ۔ اسی طرح ایک مرد اور عورت دونوں اس لئے ناجائز کام کرتے ہیں کہ افزائش نسل ہو، یا اس خیال سے متعہ کرتے تو کیا اس صورت میں یہ متعہ یا ناجائز فعل نکاح بن جائے گا ۔ اور بعض وقت ایک آدمی قضاء شہوت کے لئے ایک سن رسیدہ عورت سے نکاح کرتا ہے کیا یہ ناجائز ہوگا ۔

افزائش نسل ایک نتیجہ ہے ۔ اور فعل کا باعث مادہ شہوانی ہے ۔ جیسے بھوک کھانے پر باعث ہے اور نتیجہ بدل ما یتحلل کا پہنچانا ہے پس کھانے کے لئے دفع بھوک ہی ہمیشہ غرض ہوتی ہے کیونکہ فطرت نے اسی لئے بھوک پیدا کی ہے ۔ اگر فطرت کا مقصد یہ ہے کہ انسان بدل ما یتحلل کی امر سے ایک مدت تک قائم رہے ۔ پس طبعی افعال میں فطری تقاضا کو ملحوظ رکھنا عین فطرت ہے ۔ اسی طرح فقط نوع کے لئے انسان میں اللہ تعالیٰ نے جنسی تعلقات کا سلسلہ قائم رکھا اور اس پر آمادہ کرنے کے لئے مرد و عورت میں جنسی تعلق کی خواہش پیدا کی پس اس کا لحاظ رکھنا فطرت کا لحاظ رکھنا ہے ۔

پھر احصان کا لفظ تین معنے میں استعمال ہوتا ہے ۔

(۱) آزادی کے معنے میں جو غلامی کے مقابلہ میں ہے ۔ مُحْصَنَۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو آزاد ہو۔

(۲) نکاح کے معنے میں مُحْصَنَۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی شدہ ہو۔

(۳) عفت کے معنی میں پس مُحْصَنَۃ عفیفہ کو بھی کہتے ہیں یعنے جو عورت زنا سے بچے ۔ اور تینوں معانی کے اعتبار سے اس کا مادہ ایک ہی ہے ۔

لغت میں ہے مُحْصِنَۃٌ و مُحْصَنَۃٌ۔ عفت اور تزوجت او حملک۔ محصنۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو عفیف یا نکاح والی یا حاملہ ہو۔ احصن کے معنے کئے ہیں تزوج نکاح کیا۔ پس لغت کے اعتبار سے احصان عفت نکاح اور حمل کے ہیں۔ اور حَصُنَ کے معنے ہیں منع یعنے محفوظ پس لغت کے اعتبار سے محصنین کے معنے ہوئے مُتَزَوِّجِیْنَ نکاح کرنے والے اور سفاح کے معنے ہیں فجور۔ یعنے بدکاری۔ جو نکاح کے بغیر جماع ہو اس کو سفاح کہتے ہیں۔ اور یہی معنے زنا کا ہے۔ پس مسافحین کا معنے یہ ہوا زنا نہ کرنے والے (یہ تمام حوالجات قاموس سے نقل کیئے گئے ہیں)۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن میں محصنین غیر مسافحین کا لفظ ان قیود کا ذکر نہیں کرتا جن کو خواہ مخواہ منکرین حدیث اس کے ذمہ لگاتے ہیں۔ بس اصل سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح اگر مجرد لغت یا قرآن سے بھی کی جاوے اور حدیث کو ملحوظ نہ رکھا جاوے تو نکاح اور زنا میں کوئی فرق بیّن سامنے نہیں آتا۔

پھر قرآن مجید نے جو نکاح کے فوائد بتائے ہیں۔ یا خاوند و بیوی میں انس اور سکون کا ذکر کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نکاح اور ہر خاوند بیوی میں یہ فوائد پائے جائیں۔ یہ امور نکاح کی حقیقت نہیں بتا رہے بلکہ جو نتائج نکاح پر بعض وقت مترتب ہیں ان کا ذکر کردیا ہے۔ ان کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں یہ فوائد نہ ہوں وہ نکاح نہیں بلکہ سفاح ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے۔

وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ (روم)

اللہ تعالیٰ نے خاوند و بیوی میں مودت اور رحمت پیدا کردی۔ حالانکہ قرآن میں ہے۔

فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ (نساء)

اگر تم کو عورتیں پسند نہ ہوں تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کبھی غیر پسندیدہ چیزوں میں خیر پیدا کردیتا ہے۔

جب عورت مرد کو پسند نہ ہوگی تو لا محالہ اس کو مکروہ کہا جائے گا اور اس کے بارے میں مودت نہیں ہوگی مگر وہ اس کی منکوحہ بھی ہوگی اور جنسی تعلق کو زنا نہیں کہیں گے۔

◎